55

تمام خُوبیاں صِرف خُدا تعالیٰ میں ہیں

(فرمودہ ۲۷/اپریل ۱۹۱۷ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ:-

انسان کا تجربہ اور مشاہدہ جتنا کم ہوتا ہے۔ اتنا ہی وہ نئی چیزوں کو دیکھ کرنا پسند کرتا یا خوش آئند پا کر اس کے جوش زور سے ابھرتے ہیں۔ لیکن جتنا اس کا مشاہدہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر اس کا جوش اس کے قابو میں آ جاتا ہے۔ دیکھو ایک سیاح جو دنیا کے مختلف کونوں میں پھر چکا اور جو مختلف قسم کی اشیاء کو دیکھ چکا ہے۔ جب اس کی نظر کسی نئی چیز پر پڑے گی تو وہ اپنے جوش کو دبانے پر قادر ہوگا۔ اور کسی نئی چیز کو دیکھ کر خوشی یا ناخوشی کے اظہار کے لئے بے اختیار نہیں ہو جائے گا۔ برخلاف اس کے ایک بچہ ہے۔ جس کا تجربہ اور مشاہدہ بالکل محدود ہوتا ہے یا ایک گاؤں کا رہنے والا۔ ہل چلانے والا ہے جب وہ کسی نئی چیز کو دیکھتا ہے۔ جو اسے خوشنما معلوم دیتی ہے تو اس کی آنکھیں اس کے پاؤں قابو میں نہیں رہتے خواہ کوئی کیسی ہی ادنیٰ چیز ہو۔ مگر ہو ایسی جو اس نے پہلے کبھی نہ دیکھی ہو۔ تو وہ بڑی توجہ اور حیرانی سے اسے دیکھے گا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کا مشاہدہ بہت محدود اور تنگ دائرہ تک ہوتا ہے۔

غرض مشاہدہ کا کم ہونا اور وسعت نظر کا نہ ہونا ہر ایک نئی چیز کو عجوبہ اور عزت انگیز بنا دیتا ہے۔ ایک ایسا انسان جسے کبھی کوئی خاص خوشی نہ پہنچی ہو۔ جب خوشی پہنچے تو وہ اس کے اظہار کے لئے بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک ایسا شخص کہ جس نے خوشی میں ہی اپنی تمام زندگی بسر کی ہو۔ اس کو اگر کوئی معمولی سا رنج بھی پہنچ جائے تو وہ برداشت نہیں کر سکتا۔

ایک مثل مشہور ہے۔ خُدا بہتر جانتا ہے کہاں تک درست ہے۔ کہتے ہیں ایک عورت تھی۔ اس کو زیور بنوانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ایک دفعہ اس نے انگوٹھی بنوائی تو کسی نے انگوٹھی کی طرف توجہ نہ کی۔ اس پر اس نے اپنے گھر کو آگ لگا دی۔ جب گھر جل کر راکھ کا

ڈھیر ہو گیا تو عورتیں افسوس کے لئے آتیں اور پوچھتیں کہ کچھ بچا بھی ہے۔ وہ کہتی کہ صرف یہ انگوٹھی بچی ہے۔ اور کچھ نہیں بچا۔ ایک عورت نے کہا۔ بہن یہ انگوٹھی کب بنوائی ہے تو اس نے چیخ مار کر کہا کہ اگر مجھ سے یہ پہلے پوچھا جاتا تو میرا گھر کیوں جلتا۔ گو یہ ایک قصّہ اور کہانی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ جو لوگ کم حوصلہ کم تجربہ اور کم مشاہدہ رکھتے ہیں ان کو اگر کوئی خوشی کی خبر پہنچتی ہے یا کوئی ایسی چیز حاصل ہوتی ہے جسے وہ اچھا سمجھتے ہیں تو وہ اس پر اتراتے ہیں اور پھولے نہیں سماتے۔ گو وہ کیسی ہی حقیر اور ادنیٰ درجہ کی کیوں نہ ہو۔ ایسے لوگ جو حقیر کو معزز۔ صغیر کو کبیر اور قلیل کو کثیر سمجھ لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے حوصلے وسیع نہیں ہوتے۔ اسی طرح غم اور مصیبت کے متعلق ہوتا ہے۔ بعض لوگ جن کو کبھی غم نہیں پہنچا ہوتا۔ اگر ذرا سی رنجیدہ بات دیکھیں تو گھبرا جاتے ہیں۔ اور ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو تلملا اٹھتے ہیں۔ ایک تو وہ ہوتے ہیں جو خوشی کے اظہار کے لئے گھر بار کو خاک کر دیتے ہیں۔ اور ایک یہ ہوتے ہیں کہ جو کانٹے کے چبھنے جتنی تکلیف پر بھی شور مچاتے ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ ان کی نظر وسیع نہیں ہوتی۔

جوں جوں کسی انسان کا تجربہ اور مشاہدہ بڑھتا جاتا ہے اس کے جوش اس کے قابو میں آتے جاتے ہیں۔ ہر ایک رنگ اور ہر ایک طریق میں یہی بات ہے۔ جس کو مختلف تجارب ہوتے جاتے ہیں وہ کبھی کسی بات پر نہیں گھبراتا۔ اور جن لوگوں میں کسی قسم کے تجارب کی کمی ہوتی ہے۔ ان سے اسی قسم کی کمزوریاں سرزد ہوتی ہیں۔

بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جن کو تجارب کا موقعہ ہی نہیں ملتا۔ لیکن بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو موقع تو ملتا ہے مگر وہ توجہ نہیں کرتے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی مکان کے پاس سے مہینوں نہیں سالوں گذرتا رہتا ہے۔ مگر اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس مکان کی دیوار میں کتنے روشندان اور کتنی کھڑکیاں ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے باوجود پاس سے گذرنے کے ان کی طرف توجہ ہی نہیں کی ہوتی۔ تو بہت سے لوگ اردگرد کی چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرتے جس سے انہیں تجربہ اور مشاہدہ نہیں ہوتا۔ اور یہ ان کی سستی اور لاپرواہی ہوتی ہے۔ ایسے لوگ باوجود وسیع دنیا میں رہنے کے ایک مختصر اور نہایت ہی محدود دُنیا میں رہتے ہیں۔ ان کے حوصلے پست ہوتے ہیں کیونکہ ان کا مشاہدہ وسیع نہیں ہوتا۔ اور جب مشاہدہ وسیع نہیں ہوتا تو گویا ان کے لئے دنیا ہی تنگ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ تھوڑی سی خوشی کو زیادہ خوشی سمجھ لیتے ہیں۔ اور ادنیٰ سے رنج پر بہت زیادہ مصیبت کا اظہار کرتے ہیں۔

بچوں کو دیکھو ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ لیکن جوں جوں ان کے تجارب بڑھتے جاتے ہیں۔ اور ان کا مشاہدہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر ان کی حالت کی اصلاح ہوتی جاتی ہے اور وہ زیادہ وقار سیکھ جاتے ہیں۔ مگر تجربہ سے پہلے وہ تھوڑی سی بات پر بھی خوش یا ناخوش ہو جاتے ہیں اور نئی چیز جہاں کہیں نظر آئے یا کوئی نئی بات پیش آئے تو ان کے جوش زور کر کے باہر آتے ہیں۔

تمدنی تعلقات انسان کو تجربہ اور مشاہدہ کرا کے بہت پختہ کر دیتے ہیں۔ ایسا انسان نہ تو کسی نئی چیز کو دیکھ کر حیرت اور تعجّب کا اظہار کرتا ہے اور نہ کسی تکلیف اور مشکل کے وقت جھٹ گھبرا جاتا ہے۔ لیکن جو شخص الگ تھلگ زندگی بسر کرے گا اُس کا تجربہ اور مشاہدہ نہایت محدود رہے گا۔ تمدن انسان کو رنج کا خوگر اور خوشی میں حد اعتدال سے متجاوز نہ ہونا سکھاتا ہے۔ مگر وہ انسان جس نے اپنی آنکھوں سے کبھی کوئی بات نہ دیکھی ہو وہ بہت جلد گھبرا جائے گا۔ ہر ایک وہ چیز جو کچھ بھی اپنے اندر عجوبہ رکھتی ہو اس پر بے حد تحیّر ظاہر کریگا۔ ایسا آدمی خاص طور پر کار آمد اور مفید نہیں ثابت ہو سکتا۔ مثلاً کہیں مبلّغ بنا کر بھیجا جائے اور وہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ نہ پائے۔ یا ان میں کوئی اور کمزوری محسوس کرے یا اپنی تبلیغ کا کوئی فوری اثر نہ دیکھے تو بالکل ہمت ہار بیٹھتا ہے۔ وہ چونکہ لوگوں کو فرشتہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے ان کی معمولی معمولی کمزوریوں پر اس کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے۔ اس کی حالت ایک ایسے بچہ کی سی ہوتی ہے۔ جو بہت جلد ناراض ہوتا اور رو دیتا ہے یا بہت جلدی خوش ہو جاتا اور ہنس دیتا ہے۔ اور اس کی یہ حالت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ کثرت سے موافق ومخالف بات دیکھنے کا عادی نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ اس قسم کے بہت سے نظارے دیکھ لیتا ہے تو اس پر کبھی گھبراہٹ نہیں آتی۔

بعض لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس آتے اور کہتے کہ ہمارے گاؤں میں فلاں شخص ہے اگر وہ احمدی ہو جائے تو تمام گاؤں کے لوگ احمدی ہو جائیں گے۔ حالانکہ ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر وہ مان بھی لے تب بھی بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو نہیں مانتے اور تکذیب سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ ایک گاؤں میں تین مولوی تھے وہاں کے لوگ کہتے کہ اگر ان میں سے کوئی مرزا صاحب کو مان لے تو ہم سب کے سب مان لیں گے۔ ان میں سے ایک نے بیعت کر لی۔ تو سب لوگوں نے کہہ دیا کہ ایک نے مان لیا تو کیا ہوا اس کی تو عقل ماری گئی ہے۔ ابھی دو نے نہیں مانا۔ پھر ایک اور نے بیعت کر لی۔ تو پھر مخالفین نے یہی کہا کہ ان دونوں مولویوں کا کیا ہے۔ ابھی ایک نے تو بیعت نہیں کی ہے۔

ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔لیکن جن لوگوں کا تجربہ وسیع نہیں ہوتا وہ اسی دھن میں لگے رہتے ہیں کہ فلاں شخص مان لے تو سب لوگ مان لیں گے مگر اکثر ایسا نہیں ہوتا۔

پھر بعض دفعہ وہ کسی میں کوئی معمولی نیکی دیکھ لیتے ہیں تو اُس کو چڑھا کر غوث وقطب اور ابدال تک کا درجہ دے دیتے ہیں۔اور اگر کسی میں ان کو معمولی درجہ کی کوئی کمزوری نظر آتی ہے تو ابوجہل کا خطاب دینے میں ان کو باک نہیں ہوتا۔کبھی وہ ادنیٰ باتوں کے بڑے عظیم الشان نتائج سمجھ بیٹھتے ہیں۔اور کبھی بڑی اور عظیم الشان باتوں کے معمولی اور ادنیٰ درجہ کے نتائج خیال کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ وہ تجربہ کار انسان بنیں۔چنانچہ فرماتا ہے۔**اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن**۔کہ اگر تم کوئی ایسی کامل ہستی دیکھنا چاہتے ہو جس میں کوئی عیب کوئی نقص اور کوئی سقم نہ ہو۔تو وہ صرف اللہ ہی ہے۔کوئی انسان ایسا نہیں ہوسکتا جس میں کوئی بھی سقم اور کمزوری نہ ہو۔

انبیاء علیہم السلام کا گروہ معصوم ہے۔مگر بشریت کی کمزوریاں تو ان میں بھی پائی جاتی ہیں۔اور اجتہادی غلطیاں تو ان کو بھی لگتی ہیں۔اس میں شک نہیں کہ شرعی گناہوں سے وہ لوگ بالکل پاک ہوتے ہیں۔اور کوئی شرعی گناہ ان سے سرزد نہیں ہوتا۔تاہم بشری کمزوریاں ان میں بھی ضرور پائی جاتی ہیں۔وہ بیمار ہوتے ہیں۔جسمانی تکالیف اٹھاتے ہیں۔پس ہر قسم کے نقائص سے پاک تو صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ایک انسان دوسرے کی کمزوریوں پر تو اعتراض کرتا ہے۔لیکن اگر اپنے نفس کو دیکھے تو پھر اس کو خود معلوم ہو جائے گا کہ خود اس میں کس قدر کمزوریاں ہیں۔

اسی طرح انسان اگر خوبیوں کو دیکھے تو کسی انسان کو کسی نہ کسی خوبی سے خالی نہیں پائیگا۔ہر ایک انسان میں کچھ نہ کچھ خوبی ضرور ہوتی ہے۔ابوجہل میں بھی خوبی تھی اور فرعون میں بھی۔اس میں کیا شک ہے کہ فرعون ایک محب وطن شخص تھا۔اور اس کی خواہش تھی کہ اس کی قوم اور اس کا ملک ترقی کرے۔یہ ایک الگ بات ہے کہ جو طریق اس نے اختیار کیا وہ خطرناک طور پر غلط تھا۔جس کا خمیازہ اسے بھگتنا پڑا۔اسی طرح ابوجہل اسلام کا ایک خطرناک دشمن تھا مگر ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ وہ ایک بہادر آدمی تھا۔وہ جو کچھ کرتا تھا صرف اس لئے کرتا تھا کہ اُسے صحیح اور درست سمجھتا تھا۔چنانچہ اس نے دُعا کی ہے کہ خدایا اگر محمد (صلعم) سچا ہے تو مجھ پر پتھر برسا[۱]۔گویا اس کو یقین تھا کہ وہ حق پر ہے۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باطل پر سمجھتا تھا۔یہ بالکل الگ بات ہے کہ وہ آنحضرتؐ کا دشمن اور اسلام کا خطرناک دشمن تھا۔اور جو طریق اس نے

---

[۱] :- بخاری کتاب التفسیر۔تفسیر سورۃ الانفال۔

اختیار کیا وہ سر تا پا غلط تھا۔ کیونکہ وہ اپنے خیالات کو سچ سمجھا۔ اور اس حق کو جو درحقیقت حق تھا۔ سمجھنے کی کوشش نہ کی۔ مگر جس کو اس نے حق سمجھا۔ اس پر بڑی مضبوطی اور جوش کے ساتھ قائم رہا۔ یہ اس کی خوبی تھی۔ تو اسی طرح کوئی بد سے بدتر انسان بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا۔ جس میں کوئی نہ کوئی خوبی نہ ہو۔ باقی رہی بشری کمزوریاں سو وہ تو انبیاء میں بھی ہوتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے دو آدمی جھگڑتے ہوئے میرے پاس آئیں اور میں اپنی سمجھ کے مطابق ایک کا حق دوسرے کو دلوا دوں تو یاد رکھو کہ اگرچہ جس کا حق نہیں وہ دوسرے کا حق لے گیا ہے تاہم وہ خُدا کے حضور جوابدِہ ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ [1]

غرض جو انسان وسیع نظر سے دیکھے۔ اس کو معمولی معمولی باتوں سے گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ اور جو لوگ معمولی معمولی باتوں کو بڑا سمجھ لیتے ہیں۔ وہ کسی عمدہ نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ ہر وقت دکھ اور تکلیف میں رہتے ہیں۔ ان میں خود پسندی کی مرض پیدا ہو جاتی ہے اور یہ ایسی مرض ہے جو انسان کو بہت نقصان پہنچاتی ہے۔ دوسرے میں عیب دیکھنا اور اپنی ذات کو اعلیٰ سمجھنا۔ اس سے بڑھ کر کوئی عیب اور نقص نہیں ہے۔

پس ہر انسان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ تمام خوبیوں والی اور ہر قسم کے عیوب سے منزہ ذات تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اس لئے اگر کسی کو کسی بھائی میں کوئی نقص نظر آتا ہے تو وہ اس کو سمجھائے اور اس کے نقص دُور کرنے کی کوشش کرے لیکن اگر وہ اس پر گھبرائے گا اور بجائے اس کا نقص دُور کرنے کی کوشش کرنے کے اُلٹا اس کا نام دھرے گا تو اس کا نتیجہ بجز خرابی کے اور کچھ نہیں ہوگا۔

اگر کوئی توجہ کرے تو کمزوریاں ہوشیار کرنے کا موجب ہو سکتی ہیں۔ بعض لوگ زلازل اور دیگر قسم کے عذابوں پر خدا تعالیٰ کی نسبت کہا کرتے ہیں کہ خُدا (نعوذ باللہ) ظالم ہے مگر وہ جانتے نہیں کہ یہ ظلم نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے اس فعل میں ہزاروں حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر انسان کے سر میں جوئیں نہ پڑیں تو وہ کبھی سر دھونے کی طرف متوجہ ہی نہ ہوتا۔ اور گندہ ہو جاتا یا مثلاً اگر آنکھوں میں سُرخی نہ پیدا ہو جاتی یا اور کوئی خرابی کی ابتدائی علامت ظاہر نہ ہوتی تو انسان علاج کی طرف متوجہ ہی نہ ہوتا اور اندھا ہو جاتا۔ تو سر میں جوؤں کا پڑنا اور آنکھوں میں سُرخی کا آنا یہ بطور آگاہی کے ہے جو بڑے نقصان سے بچانے کے لئے ہے۔

اسی طرح اگر کسی انسان میں کوئی کمی اور نقص تمہیں نظر آئے تو اصلاح کی فکر کرو۔ یہ نہیں کہ

---

[1]:- بخاری کتاب الاحکام باب موعظۃ الامام للخصوم۔

معمولی معمولی باتوں پر اچھل پڑو۔اور اسے شکستہ دل بنا کر اور کمزوریوں کا مرتکب بناؤ اس سے کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔

ہر ایک انسان کو یہ باور ہونا چاہیئے کہ خوبیوں والی ذات تو صرف اللہ ہی کی ہے اور ہر ایک شخص کو یہ بھی خیال کرنا چاہیئے کہ جس طرح مجھ میں کچھ خوبیاں ہیں۔اور کچھ نقص ہیں۔اسی طرح دوسرے میں بھی کچھ نقص اور خوبیاں ہیں۔اس کے متعلق یہ ہونا چاہیئے کہ اس سے اس کی نیکیاں سیکھی جائیں اور اس کو اپنی نیکیاں سکھائی جائیں۔پس اس طرح آپس میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔تمدن کی غرض بھی یہی ہے۔جو لوگ اس بات کو نہیں سمجھ سکتے نہ وہ خود کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔اور نہ کسی دوسرے کے لئے مفید ہوسکتے ہیں۔

پس ضرورت ہے کہ ہماری جماعت کا تمدن اعلیٰ ہو۔ایک کی مدد دوسرا کرے۔یہ نہیں کہ معمولی معمولی باتوں پر بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا جائے جس سے قوم کے افراد کے اندر خرابی پیدا ہو۔نقصوں سے پاک تو صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔مگر نہ ماننے والے تو خدا کو بھی نہیں مانتے اور اس میں بھی نقص نکالتے ہیں۔

پس اصلاح کا طریق یہ ہے کہ معمولی غلطیوں کو نظر انداز کیا جائے۔اور نیک نیتی سے ان کے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو وہ ذریعہ بتائے جو بہتر سے بہتر اور کامیابی کے لئے یقینی ہو۔

(الفضل ۱۲ رمئی ۱۹۱۷ء)